

(۴۵۸)

ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں تمہارے لئے سچائی باعث نقصان ہو اسے جھوٹ پر ترجیح دو، خواہ وہ تمہارے فائدہ کا باعث ہو رہا ہو۔ اور تمہاری باتیں تمہارے عمل سے زیادہ نہ ہوں اور دوسرے کے متعلق بات کرنے میں اللہ کا خوف کرتے رہو۔

(۴۵۹)

تقدیر ٹھہرائے ہوئے اندازے پر غالب آجاتی ہے۔ یہاں تک کہ چارہ سازی ہی تباہی و آفت بن جاتی ہے۔ سید رضی فرماتے ہیں کہ: یہ مطلب اس سے مختلف لفظوں میں پہلے بھی گزر چکا ہے۔

(۴۶۰)

برد باری اور صبر دونوں کا ہمیشہ ہمیشہ کا ساتھ ہے اور یہ دونوں بلند ہمتی کا نتیجہ ہیں۔

(۴۶۱)

کمزور کا یہی زور چلتا ہے کہ وہ پیٹھ پیچھے برائی کرے۔

(۴۶۲)

بہت سے لوگ اس وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ان کے بارے میں اچھے خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے۔

(۴۶۳)

دنیا ایک دوسری منزل کیلئے پیدا کی گئی ہے، نہ اپنے (بقا و دوام کے) لئے۔

(۴۶۴)

بنی امیہ کیلئے ایک مردود (مہلت کا میدان) ہے جس میں وہ دوڑ لگا رہے ہیں، جب ان میں باہمی اختلاف رونما ہو تو پھر بھجوا بھی ان پر حملہ

(۴۵۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عَلَامَةُ الْإِيْمَانِ أَنْ تُؤْتِرَ الصِّدْقَ حَيْثُ يَضُرُّكَ عَلَى الْكُذْبِ حَيْثُ يَنْفَعُكَ، وَ أَنْ لَا يَكُونَ فِي حَدِيثِكَ فَضْلٌ عَنْ عَمَلِكَ، وَ أَنْ تَتَّقِيَ اللَّهَ فِي حَدِيثِ غَيْرِكَ.

(۴۵۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَغْلِبُ الْبِقْدَارُ عَلَى التَّقْدِيرِ حَتَّى تَكُونَ الْأَفْةُ فِي التَّدْبِيرِ.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَقَدْ مَضَى هَذَا الْمَعْنَى فِيمَا تَقَدَّمَ بِرِوَايَةٍ تُخَالِفُ هَذِهِ الْأَلْفَاظَ.

(۴۶۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

الْحِلْمُ وَ الْأَنَاءَةُ تَوَامِنِ يُنْتَجِبُهُمَا عُلُوُّ الْهَيْبَةِ.

(۴۶۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

الْغَيْبَةُ جُهْدُ الْعَاجِزِ.

(۴۶۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رَبِّ مَفْتُونٍ بِحُسْنِ الْقَوْلِ فِيهِ.

(۴۶۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

الدُّنْيَا خُلِقَتْ لِغَيْرِهَا، وَ لَمْ تُخْلَقْ لِنَفْسِهَا.

(۴۶۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

إِنَّ لِبَنِي أُمَيَّةٍ مِرْوَدًا يَجْرُونَ فِيهِ، وَ لَوْ قَدِ اخْتَلَفُوا فِيهَا بَيْنَهُمْ ثُمَّ كَادَتْهُمْ

کریں تو ان پر غالب آجائیں گے۔

الضَّبَاعُ لَغَلَبَتْهُمْ.

(سید رضیؒ فرماتے ہیں کہ: ”مروء“ ارواد سے مَفْعَل کے وزن پر ہے اور اس کے معنی مہلت و فرصت دینے کے ہیں اور یہ بہت فصیح اور عجیب و غریب کلام ہے۔ گویا آپؐ نے ان کے زمانہ مہلت کو ایک میدان سے تشبیہ دی ہے جس میں انتہا کی حد تک پہنچنے کیلئے دوڑ رہے ہیں۔ چنانچہ جب اپنی آخری حد تک پہنچ جائیں گے تو ان کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

وَ «الْمُرُودُ» هُمُنَا مَفْعَلٌ مِّنَ الْإِزْوَادِ، وَ هُوَ الْإِمَهَالُ وَ الْإِنْتَظَارُ، وَ هَذَا مِنْ أَفْصَحِ الْكَلَامِ وَ أَعْرَبِهِ، فَكَانَتْ عَلَيْهِ السَّلَامُ شَبَّهَ الْمُهَلَّةَ الَّتِي هُمْ فِيهَا بِالْمُضْمَارِ الَّذِي يَجْرُونَ فِيهِ إِلَى الْعَايَةِ، فَإِذَا بَلَغُوا مُنْقَطِعَهَا انْتَقَصَ نِظَامُهُمْ بَعْدَهَا.

یہ پیشین گوئی بنی امیہ کی سلطنت کے زوال و انقراض کے متعلق ہے جو حرف بحرف پوری ہوئی۔ اس سلطنت کی بنیاد معاویہ ابن ابی سفیان نے رکھی اور نوے برس گیارہ مہینے اور تیرہ دن کے بعد ۱۳۲ ہجری میں مروان الحمار پر ختم ہو گئی۔ بنی امیہ کا دور ظلم و ستم اور قہر و استبداد کے لحاظ سے آپؐ اپنی نظیر تھا۔ اس عہد کے مطلق العنان حکمرانوں نے ایسے ایسے مظالم کئے کہ جن سے اسلام کا دامن داغدار، تاریخ کے اوراق سیاہ اور روح انسانیت مجروح نظر آتی ہے۔ انہوں نے اپنے شخصی اقتدار کو برقرار رکھنے کیلئے ہر تباہی و بربادی کو جائز قرار دے لیا تھا۔ مکہ پر فوجوں کی یلغار کی، خانہ کعبہ پر آگ برسائی، مدینہ کو اپنی بہیمانہ خواہشوں کا مرکز بنایا اور مسلمانوں کے قتل عام سے خون کی ندیاں بہا دیں۔

آخر ان سفاسکیوں اور خونریزیوں کے نتیجے میں ہر طرف سے بغاوتیں اور سازشیں اٹھ کھڑی ہوئیں اور ان کے اندرونی خلفشار اور باہمی رزم آرائی نے ان کی بربادی کا راستہ ہموار کر دیا۔ اگرچہ سیاسی اضطراب ان میں پہلے ہی سے شروع ہو چکا تھا مگر ولید ابن یزید کے دور میں کھلم کھلا نزاع کا دروازہ کھل گیا اور ادھر چپکے چپکے بنی عباس نے بھی پردے نکالنا شروع کئے اور مروان الحمار کے دور میں ”خلافت الہیہ“ کے نام سے ایک تحریک شروع کر دی اور اس تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے انہیں ابو مسلم خراسانی ایسا امیر سپاہ مل گیا جو سیاسی حالات و واقعات کا جائزہ لینے کے علاوہ فنون حرب میں بھی پوری مہارت رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے خراسان کو مرکز قرار دے کر امویوں کے خلاف ایک جال بچھا دیا اور عباسیوں کو برسر اقتدار لانے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ شخص ابتدا میں گمنام اور غیر معروف تھا۔ چنانچہ اسی گمنامی و پستی کی بنا پر حضرتؑ نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو ”بجو“ سے تعبیر کیا ہے کہ جو ادنیٰ و فر و ماری لوگوں کیلئے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے۔

(۲۶۵)

(۴۶۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

انصار کی مدح و توصیف میں فرمایا:  
خدا کی قسم! انہوں نے اپنی خوشحالی سے اسلام کی اس طرح تربیت کی جس طرح یکسالہ بچھڑے کو پالا پوسا جاتا ہے، اپنے کریم ہاتھوں اور زبانوں کے ساتھ۔

فِي مَدْحِ الْأَنْصَارِ:  
هُمُ وَاللَّهِ! رَبُّوْا الْإِسْلَامَ كَمَا يُرَبِّي الْغُلُوْ  
مَعَ غَنَائِهِمْ بِأَيْدِيهِمُ السَّبَاطِ وَ  
الْسِّنْتِهِمُ السَّلَاطِ.

(۴۶۶)

(۴۶۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

آنکھ عقب کیلئے تسمہ ہے۔

الْعَيْنُ وَكَأُ السَّه.

سید زنی فرماتے ہیں کہ: یہ کلام عجیب و غریب استعارات میں سے ہے۔ گویا آپ نے عقب کو طرف سے اور آنکھ کو تسمہ سے تشبیہ دی ہے۔ اور جب تسمہ کھول دیا جائے تو برتن (میں جو کچھ ہوتا ہے) رک نہیں سکتا۔ مشہور و واضح یہ ہے کہ یہ پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے، مگر کچھ لوگوں نے اسے امیر المؤمنین علیہ السلام سے بھی روایت کیا ہے۔ چنانچہ مبرد نے اس کا اپنی کتاب ”المقتضب“ باب اللفظ بالحروف میں ذکر کیا ہے اور ہم نے اپنی کتاب ”مجازات الآثار النبویہ“ میں اس استعارہ کے متعلق بحث کی ہے۔

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ هَذِهِ مِنَ الْإِسْتِعَارَاتِ الْعَجِيبَةِ، كَأَنَّهُ شَبَّهَ السَّهَ بِالْوِعَاءِ، وَالْعَيْنُ بِالْوِكَاءِ، فَإِذَا أُطْلِقَ الْوِكَاءُ لَمْ يَنْضَبِطِ الْوِعَاءُ. وَ هَذَا الْقَوْلُ فِي الْأَشْهَرِ الْأَظْهَرِ مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ ﷺ، وَقَدْ رَوَاهُ قَوْمٌ لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَ ذَكَرَ ذَلِكَ الْمُبَرِّدُ فِي كِتَابِ «الْمُقْتَضَبِ» فِي بَابِ اللَّفْظِ بِالْحُرُوفِ، وَقَدْ تَكَلَّمْنَا عَلَى هَذِهِ الْإِسْتِعَارَةِ فِي كِتَابِنَا الْمَوْسُومِ: بِ «مَجَازَاتِ الْأَثَارِ النَّبَوِيَِّّةِ».

(۴۶۷)

(۴۶۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

ایک کلام کے ضمن میں آپ نے فرمایا:

فِي كَلَامِهِ لَدَّ عَلَيَّ:

لوگوں کے امور کا ایک حاکم و فرماں روا ذمہ دار ہوا جو سیدھے راستے پر چلا اور دوسروں کو اس راہ پر لگایا۔ یہاں تک کہ دین نے اپنا سینہ ٹیک دیا۔

وَ وَ لِيَهُمْ وَالٍ فَاقَامَ وَ اسْتَقَامَ، حَتَّى صَرَبَ الدِّينُ بِجِرَانِهِ.

(۴۶۸)

(۴۶۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لوگوں پر ایک ایسا گزند پہنچانے والا دور آئے گا جس میں مالدار اپنے مال میں بخل کرے گا حالانکہ اسے یہ حکم نہیں۔ چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ: ”آپس میں حسن سلوک کو فراموش نہ کرو۔“ اس زمانہ میں شریر لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور نیکو کار ذلیل و خوار سمجھے جائیں گے اور مجبور اور بے بس لوگوں سے خرید و فروخت کی جائے گی،

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ عَصُوضٌ يَعْصُ الْمُؤَسِّرُ فِيهِ عَلَى مَا فِي يَدَيْهِ وَ لَمْ يُؤْمَرْ بِذَلِكَ، قَالَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ: ﴿وَلَا تَتَسَوَّأُ الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۗ﴾، تَنْهَدُ فِيهِ الْأَشْرَارُ، وَ تُسْتَدَلُّ الْأَخْيَارُ، وَ يُبَايَعُ الْمُضْطَرُّونَ،

وَ قَدْ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ  
حالا نکہ رسول اللہ ﷺ نے مجبور و مضطر لوگوں سے (اونے پونے)  
المُضْطَرِّينَ۔  
خریدنے کو منع کیا ہے۔

مجبور و مضطر لوگوں سے معاملہ عموماً اس طرح ہوتا ہے کہ ان کی احتیاج و ضرورت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ان سے سستے داموں چیزیں خرید لی جاتی ہیں اور ہینگے داموں ان کے ہاتھ فروخت کی جاتی ہیں۔ اس پریشان حالی میں ان کی مجبوری و بے بسی سے فائدہ اٹھانے کی کوئی مذہب اجازت نہیں دیتا اور آئین اخلاق میں اس کی کوئی گنجائش ہے کہ دوسرے کی اضطراری کیفیت سے نفع اندوزی کی راہیں نکالی جائیں۔

(۴۶۹)

(۴۶۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَهْلِكُ فِي رَجُلَانِ: مُحِبٌّ مُفْرَطٌ، وَ بَاهِتٌ مُفْتَرٍ۔  
میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاکت میں مبتلا ہونگے: ایک  
مجتب میں حد سے بڑھ جائیو والا، اور دوسرا جھوٹ و افترا باندھنے والا۔

سید رضیؒ کہتے ہیں کہ: حضرت کا یہ قول اس ارشاد کے مانند ہے کہ:  
میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوئے: ایک مجتب میں  
غلو کرنے والا، اور دوسرا دشمنی و عناد رکھنے والا۔

(۴۷۰)

(۴۷۰) وَ هُدًى عَلَيْهِ السَّلَامُ

عَنِ الشُّوْحَيْدِ وَ الْعَدْلِ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:  
التَّوْحِيدُ أَنْ لَا تَتَوَهَّمَهُ، وَالْعَدْلُ أَنْ لَا  
تَتَهَمَهُ۔  
حضرت سے توحید و عدل کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:  
توحید یہ ہے کہ اسے اپنے وہم و تصور کا پابند نہ بناؤ اور عدل یہ ہے  
کہ اس پر الزامات نہ لگاؤ۔

عقیدہ توحید اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اس میں ”متزیہ“ کی آمیزش نہ ہو۔ یعنی اسے جسم و صورت اور مکان و زمان کے حدود سے  
بالا تر سمجھتے ہوئے اپنے اوہام و ظنون کا پابند نہ بنایا جائے، کیونکہ جسے اوہام و ظنون کا پابند بنایا جائے گا، وہ خدا نہیں ہوگا، بلکہ ذہن انسانی کی پیداوار ہوگا اور  
ذہنی قوتیں دیکھی بھالی ہوئی چیزوں ہی میں محدود رہتی ہیں۔ لہذا انسان جتنا گڑھی ہوئی تمثیوں اور قوت و اہمہ کی خیال آرائیوں سے اسے سمجھنے کی  
کوشش کرے گا، اتنا ہی حقیقت سے دور ہوتا جائے گا۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:

كُلُّ مَا مَيَّزْتُمُوهُ بِأَوْهَامِكُمْ فِي آدَقِّ مَعَانِيهِ، فَهُوَ مَخْلُوقٌ مِثْلَكُمْ، مَرْدُودٌ إِلَيْكُمْ۔  
جب بھی تم اسے اپنے تصور و وہم کا پابند بناؤ گے، وہ خدا نہیں رہے گا، بلکہ تمہاری طرح کی مخلوق اور تمہاری ہی طرف پلٹنے

والی کوئی چیز ہوگی۔ (منہاج البراءة، ج ۱۰، ص ۳۱۵)

اور ”عدل“ یہ ہے کہ ظلم و فح کی جتنی صورتیں ہو سکتی ہیں ان کی ذات باری سے نفی کی جائے اور اسے ان چیزوں سے متہم نہ کیا جائے کہ جو جبری اور

بے فائدہ ہیں اور جنہیں عقل اس کیلئے کسی طرح تجویز نہیں کر سکتی۔ چنانچہ قدرت کارشاد ہے:

﴿وَمَتَّ كَلِمَاتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ۗ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۗ﴾

تمہارے پروردگار کی بات سچائی اور عدل کے ساتھ پوری ہوئی۔ کوئی چیز اس کی باتوں میں تبدیلی پیدا نہیں کر سکتی۔

(سورۃ انعام، آیت ۱۱۵)

☆☆☆☆☆

(۴۷۱)

حکمت کی بات سے خاموشی اختیار کرنا کوئی خوبی نہیں، جس طرح جہالت کے ساتھ بات کرنے میں کوئی بھلائی نہیں۔

(۴۷۲)

طلب باران کی ایک دعائیں فرمایا:

بارِ الہا! ہمیں فرمانبردار ابروں سے سیراب کر، نہ اُن ابروں سے جو سرکش اور منہ زور ہوں۔

سید رضیؒ کہتے ہیں کہ: یہ کلام عجیب و غریب فصاحت پر مشتمل ہے۔ اس طرح کہ امیر المؤمنین علیؑ نے کڑک، چمک، ہوا اور بجلی والے بادلوں کو اُن اونٹوں سے تشبیہ دی ہے کہ جو اپنی منہ زوری سے زمین پر پیر مار کر پالان پھینک دیتے ہوں اور اپنے سواروں کو گرا دیتے ہوں۔ اور ان خوفناک چیزوں سے خالی ابر کو ان اونٹنیوں سے تشبیہ دی ہے جو دوہنے میں مطیع ہوں اور سواری کرنے میں سواری کی مرضی کے مطابق چلیں۔

(۴۷۳)

حضرتؑ سے کہا گیا کہ اگر آپ سفید بالوں کو (خضاب سے) بدل دیتے تو بہتر ہوتا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ:

خضاب زینت ہے اور ہم لوگ سوگوار ہیں۔

سید رضیؒ کہتے ہیں کہ: حضرتؑ نے اس سے وفات پیغمبرؐ مراد لی ہے۔

(۴۷۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا خَيْرَ فِي الصَّمْتِ عَنِ الْحُكْمِ، كَمَا أَنَّهُ لَا خَيْرَ فِي الْقَوْلِ بِالْجَهْلِ.

(۴۷۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِي دُعَاءِ اسْتَسْفَى بِهِ:

اللَّهُمَّ اسْقِنَا ذُلَّ السَّحَابِ دُونَ صَعَابِهَا.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَهَذَا مِنَ الْكَلَامِ الْعَجِيبِ الْفَصَاحَةِ، وَ ذَلِكَ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ شَبَّهَ السَّحَابَ ذَوَاتِ الرُّعُودِ وَ الْبُورِاقِ وَ الرِّيَّاحِ وَ الصَّوَاعِقِ بِالْأَبِلِ الصَّعَابِ الَّتِي تَقْمُصُ بِرِحَالِهَا وَ تَقْضُ بِرُجْبَانِهَا، وَ شَبَّهَ السَّحَابَ خَالِيَةً مِنْ تِلْكَ الرُّوَاحِ بِالْأَبِلِ الذَّلِيلِ الَّتِي تُحْتَلَبُ طَيْعَةً وَ تُفْتَعَدُ مُسْمَحَةً.

(۴۷۳) وَقِيلَ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَوْ غَيَّرْتَ شَيْبَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

الْخِضَابُ زِينَةٌ، وَ نَحْنُ قَوْمٌ فِي مُصِيبَةٍ!

يُرِيدُ وَفَاةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.